اِجْتِماعِ اَعْیادْ

۱ـ عِیْدِ اَضْحیٰ ۲ـ عِیْدِ مُباہَلَہْ ۳ـ عِیْدِ غَدِیْرْ

زبدۃ العلماء لسان الملۃ مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ اجتہادی

سال کے بارہ مہینوں میں جو جو اعزاز خداوند عَزَّ اِسْمُہٗ نے اشہرِحُرم (رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم) کو عطا فرمائے ہیں اور مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ حُرُمٌ ارشاد فرما کر ان چار مہینوں میں جیسے چار چاند لگائے ہیں وہ اہل ایمان سے مخفی نہیں ہیں، ہر مہینہ ان میں سے اک خاص اہمیت رکھتا ہے اور ہر ہر ساعت ان ایام کی اک خاص فضیلت سے مخصوص ہے اور مشکل ہے کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جا سکے تاہم اجتماعِ اعیاد کے لحاظ سے رجب اور ذی الحجہ کو نہ صرف انھیں چار مہینوں میں بلکہ باقی سال بھر کے تمام ایام میں بھی ایک امتیاز خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے کوئی مہینہ ان مہینوں سے ہمسری نہیں کر سکتا، اگر ماہ مبارک رجب بعثت ومعراج نبیؐ اور ولادت علیؑ سے مخصوص اور دین مبین کی ابتدا سے سرفراز ہے تو ماہ مبارک ذی الحجہ، عید اضحیٰ اور عید مباہلہ اور عید غدیر اور تکمیل شرع متین کی وجہ سے ممتاز اور عزت وحرمت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہے جس کے کنگرۂ رفیع تک طائرادراک کی رسائی دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے،

''وہ ابتدا کے لئے تھا یہ انتہا کے لئے''

عید اضحیٰ حضرت رسولؐ کے جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَ آلِہٖ وَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ کے اس سخت وشدید امتحان کی یادگار ہے جس کا تحمل بجز ان دونوں بزرگواروں کے نہ سابقین سے ممکن تھا اور نہ لاحقین سے ہوسکتا ہے۔

عید مباہلہ اسلام اور عیسائیت کے مقابلہ اور مقام احتجاج میں علیؑ وفاطمہؑ اور حسنینؑ کے انتخاب اور علیؑ کے مصداقِ انفسنا اور فاطمہؑ کے مصداقِ نسائنا اور حسنینؑ کے مصداق ابنائنا میں داخل ہونے اور اسلام کے غلبہ اور عیسائیت کے مغلوب ہونے اور محمدؐ وآل محمدؐ کی فضیلت کے اظہار کا دن ہے جو آج سے قبل اب تک ظاہر نہ ہوئی تھی۔

عید غدیر امیر المومنینؑ کی ولایت اور تکمیل دین مبین اور اسلام واہل اسلام سے رضائے رب العالمین اور اسرار آیۂ مباہلہ کے انکشاف کا دن ہے اور اس لئے تمام عیدوں میں اس عید کا وہی مرتبہ ہے جو آفتاب کا ستاروں میں ہے اور اسی وجہ سے جو سرور وحبور اور جس قدر مسرت وبہجت اور انبساط وفرحت اس عید سعید میں مومنین کے ناصیۂ حال سے ظاہر ہو وہ بالکل بجا ودرست ہے۔

انھیں عیدوں کا اجمالی تذکرہ ہمیں اس لائحہ میں مقصود ہے اور انھیں کے حیرت انگیز مناظر ہمیں اس مضمون میں دکھانا ہیں اور چونکہ عید مباہلہ عید غدیر سے ایک سال قبل کا

واقعہ ہے اور اس کے اسرار عید غدیر ہی میں منکشف ہوئے ہیں لہٰذا ہم نے ترتیب واقعات کو ترتیب ایام پر مقدم کر کے عید غدیر کو عید مباہلہ سے مؤخر کر دیا اور اسی ترتیب سے ہم ان عیدوں کے مناظر پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

عید اضحیٰ کا اجمالی منظر

امتحان خلیلؑ الٰہی کی انتہائی حد

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا عبد خاص اور خلیل باختصاص ہر ہر امتحان میں کامیابی حاصل کر چکا ہے عشق ومحبت کی ساری منزلیں طے کر کے آخری منزل پر پہنچنے کا متمنی ہے، خوف، بھوک، نقصان مال، نقصان نفس کے مرحلے ختم ہو چکے ہیں، حکومت سے تصادم وتقابل ہو کر خوف کی انتہائی حد اپنی ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہو چکی ہے آگ اور کیسی شدت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکے جا چکے ہیں جلاوطنی کے صدمے سہہ چکے ہیں پردیسی ہو کر عزت وحرمت پر بھی بن چکی ہے مہمانوں کے انتظار اور فقر وفاقہ میں بھوک کی ایذائیں اٹھا چکے ہیں، مال ضبط ہو چکا ہے مگر وہ ساری دنیا سے منھ پھیر کر صرف ایک فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف متوجہ ہونے والا شرک اور اہل شرک سے بیزار ہو کر اپنے اعمال اپنی حیات اپنی ممات کو بے کلیجہ ہو کر رب العالمین کے سپرد کرنے والا ان تمام مصیبتوں کے بعد بھی بے دل نہیں اور انتہائے صبر ورضا اور تحمل صعوبت وبلا سے بل نہ کھانے والی پیشانی اسی طرح اپنے معبود کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور مصائب ونوائب اور ابتلاؤ آزمائش کی ترقی ثبات واستقلال اور قناعت واستقامت میں اضافہ کا موجب ہوتی جاتی ہے اور اب اس بے کلیجہ بڑھے کا امتحان لخت جگر کے باب میں ہوا چاہتا ہے جس کے بعد سب منزلیں ختم اور ساری آزمائشیں تمام ہیں اور اس امتحان کے بعد مناظر امامت (صبر) کے کامل ہوجانے سے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً کا خطاب باقی ہے۔

انسان کو اپنی جان ۔۔۔۔۔۔۔ کا دے دینا آسان ہے لیکن تمناؤں کا خون آسان نہیں، خودکشی سہل ہے لیکن خودکشی کے اسباب ووجوہ کا برداشت کر لینا مشکل ہے، بال بچوں کی پرورش کے لئے سپاہی گردن کٹا سکتا ہے لیکن بال بچوں کی گردن کٹوانا اس کے بس کی بات نہیں ابراہیمؑ سے جو کچھ مانگا گیا وہ انھوں نے دے دیا جان، مال، دولت سب حاضر کر دی وطن سے قطع تعلق کر لیا اور جس شے پر یہ سب چیزیں نثار ہیں یعنی عزت وحرمت اس کی بھی پروا نہیں کی مگر اب ایک سخت مطالبہ درپیش ہے اور وہ شئ مانگی جاتی ہے جس پر جان ومال وآبرو سب صدقہ ہے اب ثمرات کے امتحان کا موقع آیا ہے اور ان کا لخت جگر اُن سے مانگا جا رہا ہے اور لخت جگر بھی وہ جو اَب باپ کے ساتھ ساتھ چلنے پھرنے لگا ہے اور ماں باپ کے شجر آرزو میں کونپلیں پھوٹنے لگی ہیں:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّي اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔

جب اسماعیلؑ اس قابل ہوئے کہ باپ کے ساتھ چل سکیں اور بوڑھے باپ کے لئے عصائے پیری ہوں تو باپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح

کررہے ہیں سمجھے کہ حکم خدا یہی ہے کہ میں اسماعیل کو اپنے ہاتھ سے ذبح کروں کیونکہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہے فرمایا کہ بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے اپنے ہاتھ سے ذبح کررہا ہوں ذرا تو بھی غور کر کہ اس میں تیری کیا رائے ہے؟ بیٹا اور تیرہ برس کا ہونہار بیٹا مگر اللہ رے صبر و استقلال اور رضا جوئ رب ذوالجلال، سمجھ گیا کہ یہ خدا ہی کا حکم ہے ورنہ باپ اور خلیل خدا سا باپ اپنے آرزو اور ارمانوں والے بچہ کے ذبح کا ارادہ نہیں کرسکتا۔

قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۔ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ، سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ، اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(سورۃ الصّٰفّٰت، آیت: ۱۰۲ تا ۱۱۱)

عرض کیا کہ بابا آپ کو جو حکم خدا ہوا ہے اسے بجا لائیے اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابرین میں سے پائیے گا، ان آیات کا واضح ترجمہ کلمات مفسرین کو پیش نظر رکھ کر اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ دوپہر جب دونوں باپ بیٹوں نے حکم الٰہی کو تسلیم کرلیا اور باپ نے بیٹے کو میدان منیٰ میں قربانی کے لئے لے جانا چاہا تو اسماعیل کی ماں سے کہا کہ آج میں تمہارے بیٹے کو اپنے ایک دوست کے یہاں لئے جاتا ہوں، ماں نے خوشی خوشی بیٹے کو نہلایا بالو میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، بیٹا باپ کے ساتھ چلا باپ نے ایک چھری اور رسّی بھی ساتھ لے لی اور عندالاستفسار اس ارمان بھری ماں سے کہہ دیا کہ وہاں قربانی بھی کرنا ہوگی، ماں حسرت بھری نگاہوں سے بیٹے کو دیکھ رہی ہے بیٹا قربان ہونے کے شوق میں جارہا ہے، ابراہیم میدان منیٰ میں پہنچ کر محبت پدری کے جوش میں کوئی بچھونا (یا اپنی چادر یا جلد گوسفند) زمین پر بچھا دیتے ہیں اور اس خوف سے کہ مبادا بیٹے کے چاند سے چہرہ پر نظر پڑنے سے محبت پدری جوش زن ہو اور حکم خدا کی تعمیل نہ ہوسکے اسماعیل کو ماتھے کے بَل زمین پر لٹا دیتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی باندھ دیتے ہین کہ بسمل تڑپنے نہ پائے اور خون کی چھینٹیں لباس پر نہ پڑیں غرض کہ اس ساز و سامان اور اطمینان کے ساتھ باپ بیٹے کی قربانی کرنے کے لئے بیٹھتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر چھری پھیرتا ہے مگر چھری کام نہیں دیتی بیٹا کہتا ہے کہ بابا آپ اپنا منھ پھیر لیجئے لیکن چھری پھر بھی کام نہیں دیتی ملائکہ مقربین حیرت میں ہیں جبرئیل امین چھری کو ہر مرتبہ پلٹ دیتے ہیں اور جب ابراہیم کی کوشش اس حد تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آزمائش میں پورے اترتے ہیں تو ایک بہشتی دُنبہ ان کی چھری کے نیچے بھیج دیا جاتا ہے وہی ذبح ہوجاتا ہے اسماعیل بچ جاتے ہیں اور ان کو ان کا رب آواز دیتا ہے کہ اے ابراہیم، بے شک تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا یقینا ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک صریحی آزمائش تھی اور ہم نے اسماعیل کا فدیہ ایک ذبح عظیم کو قرار دیا اور آنے والی نسلوں میں اس کا تذکرہ باقی رکھا، (ساری خدائی میں) ابراہیم پر سلام، ہم اسی طرح

نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں، بے شک ابراہیم ہمارے ایمان دار بندوں میں ہیں۔

یہ واقعہ ۱۰/ذی الحجہ ۹۹ ابراہیمی کا ہے جس کا چرچا قیامت تک رہے گا اور اہل اسلام اسی واقعہ کی یادگار میں ہر سال اسی تاریخ کو اپنے رب کے نام پر قربانی کرتے رہیں گے خوشی صرف یہ ہے کہ آج کی تاریخ ایک نبی زادہ جو ہمارے نبیؐ کے نور کا حامل تھا وہ ذبح کی تکلیف سے بچ گیا جس کے بچ جانے سے فی الحقیقت ہمارا نبیؐ امّی بچ گیا اگر اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے تو آنحضرت کیونکر پیدا ہوتے،

تتمۂ مہمہ یہ قربانیاں سنت ابراہیمی ہیں اور عید اضحیٰ میں اس سے زیادہ کوئی عمل خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے کہنے والے کہتے ہیں کہ جانوروں کو کیوں ذبح کرتے ہو جاندار ہستیوں کو کیوں مارتے ہو؟ کہتے تو سچ ہیں اسلام نے بھی بلاوجہ کسی جانور کو ستانے اور دکھ دینے اور مارنے کو منع کیا ہے مگر ع

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

یہ ممانعت صرف اس مقام پر ہے کہ جہاں کوئی غرض صحیح موجود نہ ہو اور خلاف حکم شرع کسی جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کا حق نہ ادا کیا جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کنجشک یا اس سے بڑے جانور کو مارے گا تو خدا کے یہاں اس کی جواب دہی کرنا ہوگی جب تک کہ اس کا حق نہ ادا کرے۔ اصحاب اولی الالباب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کا کیا حق ہے فرمایا: ''خدا کا نام لے کر ذبح کرنا''

پھر اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے تمام جاندار جو کسی کے قبضہ اور پرورش میں بسر کرتے ہیں وہ اپنے مالک کو پہچانتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام جاندار اپنے جان آفریں کو بھی ضرور پہچانتے ہیں، پھر جس طرح تم پر اپنے آپ کے لئے اپنے وطن کے لئے اپنی قوم کے لئے مرنا آسان ہے اسی طرح ان جانوروں کو اپنے خدا کے لئے اپنے پالنے والے کے لئے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا کلمہ سن لینے اور اپنے حقیقی مالک کا نام سماعت کر لینے کے بعد مرنا اور جی سے گذرنا آسان ہے کیونکہ اگر وہ ذبح نہ کئے جاتے تو آخر کبھی نہ کبھی اپنی موت سے مرتے اور کتنی اذیتوں کے ساتھ مرتے ذبح کرنے والا ان کی تلخ موت کو اللہ کا نام سنا کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے شیریں موت سے بدل دیتا ہے اس لئے وہ ان کا دشمن نہیں بلکہ محسن ہے اور یہی وہ راز تھا جو خدا کے مجاہدین کو میدان قتال میں ہنسی خوشی بھیج دیتا تھا اور وہ اپنی جان تلوار کے گھاٹ اتر کر جان آفریں کے سپرد کر دیتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح ذبح جس کے تعلق آخرت میں پرسش نہ ہوگی اور جو ہمارے لئے حلال کیا گیا ہے اس میں تسمیہ کی شرط لگی ہوئی ہے اور جو جانور بغیر بسم اللہ کہے ہوئے ذبح کیا جاتا ہے وہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔

یہ ذکر عام ذبائح کا تھا جو عرض سال میں ذبح ہوتے رہتے ہیں اب رہے وہ جانور جو قربانی کے روز ذبح کئے جاتے ہیں تو ان کی قسمت کا کیا کہنا جس جگہ پر اسماعیل ذَبِیحُ اللّٰہ کو ہونا چاہئے اسی جگہ پر یہ جانور خدا کے نام پر لٹایا گیا ہے۔

عید مباہلہ کا اجمالی منظر

محمدؐ و آلِ محمدؑ کی قرب ومنزلت کا بے نظیر نظارہ

محمد ابن طلحہ شافعی کے ''مَطَالِبُ السَّئُوْلُ'' کا خلاصہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ فضائے عالم کو مملو کر رہی ہے، لوگ جوق جوق، گروہ گروہ دین خدا میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں اور مختلف اقوام کے وفود (ڈیپوٹیشن) خدمت رسولؐ میں شرفیاب ہورہے ہیں جن میں سے ایک وفد نصارائے نجران کا بھی ہے جس کے ساتھ ساتھ دو نصرانی راہب بھی ہیں جن میں سے ایک کا نام ''عاقب'' اور دوسرے کا نام ''سید'' ہے۔

آنحضرتؐ حسب معمول ان کو دعوت اسلام دیتے ہیں مگر وہ راہب جواباً عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے پہلے اسلام لاچکے ہیں آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ تم دونوں دروغ گو ہو تمہیں تین چیزیں اسلام سے روک رہی ہیں: (۱) صلیب کی عبادت (۲) خنزیر کا کھانا (۳) خدا کو صاحب ولد کہنا، وہ دونوں کہتے ہیں کہ کیا آپ نے کوئی بیٹا بغیر باپ کے دیکھا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بتلایئے کہ حضرت عیسیٰ کا کون باپ تھا؟

یہ حجو د درگاہ صمدیت اور بارگاہ احدیت تک پہنچتا ہے اور فوراً یہ آیۂ وافیۃ الہدایہ نازل ہوتا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ۔ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ۔ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ۔

(سورہ آل عمران، آیت: ۵۹ تا ۶۱)

بے شبہ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک مثل آدم کے ہے جسے خدا نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا کہ ہوجا فوراً وہ ہوگیا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو شک نہ کر اور جو شخص تیرے پاس اس علم کے پہنچ جانے کے بعد تجھ سے عیسیٰ کے باب میں حجت کرے تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور اہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو پھر ہم گڑگڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وفد کو بلاتے ہیں اور یہ آیۂ کریمہ سنا کر مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ لوگ ایک دن کی مہلت طلب کرتے ہیں اور دوسرے دن صبح کو حاضر ہونے کا وعدہ کر کے تخلیہ میں مشورہ کرتے ہیں، عاقب جو ان میں صاحب رائے شخص تھا وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم تم لوگ پہنچان چکے ہو کہ محمدؐ نبی مرسل ہے اور فیصلہ کی بات کہتا ہے خدا کی قسم جس قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوگئی اگر تم اپنے دین پر مصر ہو تو ان سے رخصت ہو کر اپنے گھر پلٹ چلو۔

ماہ ذی الحجہ کی چوبیسویں شب ہے رات کی گھٹاٹوپ تاریکی سفیدۂ سحری سے مبدل ہوچکی ہے نصاریٰ نجران

اپنے منزل ومکان سے نکل کر آستانۂ مقدسہ پر حاضر ہیں رسولؐ اللہ نماز صبح سے فارغ ہوکر بیت الشرف سے برآمد ہورہے ہیں، حسنؑ مجتبیٰ گود میں ہیں حسینؑ انگلی تھامے ساتھ ہیں اور فاطمہ زہراءؑ آنحضرت کے عقب میں ہیں اور علیؑ ان کے پیچھے پیچھے اور آنحضرت بارگاہ الٰہی میں عرض کررہے ہیں اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِی (اے میرے اللہ یہی میرے اہل ہیں) اور ان اہل سے یہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہتے جانا اولاد کا معاملہ تمامی معاملات سے جس قدر نازک تر ہے وہ اولاد والے ہی خوب جان سکتے ہیں انسان اپنی ذات کو ہر مہلکہ میں ڈال سکتا ہے لیکن اولاد ہر ممکن کوشش سے بچائی جاتی ہے انسان کا کیا ذکر ہے حیوان بھی اپنے بچوں کو ہر ایسی جگہ سے جہاں ان کی جانوں کا کھٹکا ہو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، بددعا کا موقع، ناحق کوش پر نزول عذاب کی خواہش اور رسول اللہ کا اپنی عزیز ترین اولاد کو اس موقع پر لے کر برآمد ہونا رئیس وفد کے دل میں چُبھ گیا۔ ان انوار مجسمہ کو حضرت کے ساتھ دیکھ کر کہتا ہے اے نصاریٰ میری نظر میں تو ان نورانی چہروں کی شان کچھ ایسی نظر آرہی ہے کہ اگر یہ لوگ خدا سے کسی پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹادینے کی دعا کریں تو خدا ان کی دعا کو مستجاب کرکے اس پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹادے گا خبردار ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور کوئی نصرانی، روئے زمین پر باقی نہ رہے گا، جزیہ دینا قبول کرلو اور پلٹ چلو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوگ واپس چلے گئے۔

آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ عذاب اہل نجران کے قریب پہنچ چکا تھا اور اگر وہ ملاعنہ کرتے تو بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ ہوجاتے اور اس جنگل میں ان پر آگ برسنے لگتی اور سال کے اندر نجران اور اہل نجران تا ایں کہ وہاں کے اشجار بھی سب فنا ہوجاتے۔

تنبیہ: آیت کا مدلول رسول کا انتخاب، مراتب کی ترتیب، اور منازل شرف میں علوِ مقام حسنینؑ وعلیؑ اور سُمُوِّ درجہ فاطمہؑ قابل غور ولحاظ ہے۔

وہ وقت گذر گیا کہ جب ان حضرات کے فضائل زبان وحی ترجمان سے نکلنے والی لفظوں ہی تک محدود رہتے تھے آج تو وہ وقت آگیا ہے کہ کہتے تو کچھ بھی نہیں مگر جو کچھ کہنا چاہتے ہیں یا کبھی کہا تھا اس کو عملاً ظاہر کررہے ہیں اَبْنَائِنَا کا مصداق حسنینؑ ہیں اس لئے ایک گود میں اور ایک کی انگلی پکڑے ساتھ ساتھ لئے ہیں اور اَنْفُسَنَا کا مصداق علیؑ اور نِسَائِنَا کا مصداق فاطمہؑ ہیں اس لئے فاطمہؑ کو اپنے اور علیؑ کے درمیان میں لے کر آیت کے بھید اور اس کی حکمت کو ظاہر کررہے ہیں اور بیٹے اور اپنے نفس یا بالفاظ دیگر اپنے تن من دونوں سے فاطمہؑ کی حراست کرکے ان کے کمال احترام کو منکشف فرمارہے ہیں۔

عیدِ غدیر کا اجمالی منظر

ہمارے لائحہ سابقہ کا نئے مگر مختصر طرز سے اعادہ

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ

النَّاسِ۔

اے رسولؐ پہنچادو اس حکم کو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہو چکا ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ جل جلالہ کا تہدیدی حکم اور رسولؐ اللہ کی فوری تعمیل، صحرائے پرخار اور ورود رسول مختار، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کی صدا، حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ کی ندا، آگے بڑھے ہوئے مجمع کا پیچھے ہٹنا، پیچھے رہ جانے والوں کا آگے بڑھ کر ایک لاکھ سے زائد اہل ایمان کا یکجا سمٹنا، دھوپ کی شدت، ہوا کی حدت، ببولوں کا جنگل اور اس کی مہین مہین پتیوں سے وسط سماء میں پہنچ جانے والے آفتاب کی شعاعوں کا چھننا، آسمان کا سائبان اور اس کی پہنائی، زمین کا فرش اور اس کی صفائی اور اس ریگ رواں پر بیٹھنے والوں کے تلووں کا **بھُننا**، مگر خطبۂ رسول کی سماعت کے اشتیاق میں اپنی اپنی عباؤں سے پاؤں لپیٹ لپیٹ کر ہمہ تن گوش برآواز رہنا، پالان شتر کا منبر اور اس پر رسول اطہر کی رونق افروزی، رسول کا خطبہ اور مخاطبین کی شرف اندوزی، حمد وثنائے الٰہی کے بعد اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کہہ کر تمام حضّار سے اپنی اوّلیت کا اقرار لینا، اور بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کی متفقہ آواز سن کر یَوْمُ الْاِنْذَارْ کے مقرر کئے ہوئے ولی عہد کو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے ارشاد فیض بنیاد سے وصایت وولایت مطلقہ کا خلعت دینا اور علیؑ کو اپنے قد سے ہاتھ بھر اونچا کر کے علیؑ کے قدموں کو اپنے زانوں تک پہنچا کر ہر ایک کو پہچنوانا اور جناب اقدسِ الٰہی عَزَّ اِسْمُہٗ کی جانب سے ذیل کے آیۂ وافیہ الہدایۃ کا نازل ہونا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔

آج کے روز ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہو گئے۔

اور جناب رسالت مآبؐ کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَرِضَیٰ الرَّبِّ بِرِسَالَتِیْ وَالْوِلَایَۃِ لِعَلِیٍّ مِنْ بَعْدِیْ۔ کہہ کر شکریۂ الٰہی کا ادا کرنا، اہل ایمان کی مسرت، ہر کہ ومہ کی علیؑ سے بیعت، مومنین کا ہجوم، مبارکباد کی دھوم، بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ یہ سارا اہتمام وانتظام بعض قبائل عرب سے علی ابن ابی طالبؑ کی مصافاۃ یا ان کی محبت وصداقت وقرابت ووراثت وسیادت وناصریت پر مبنی نہ تھا بلکہ مقصود اس کا صرف علیؑ کی وصایت وولایت وخلافت وامامت کا اظہار اور اس کی تائید تھی اور حضرت رسولؐ اس ارشاد فیض بنیاد سے آیۂ مباہلہ کی عملی تفسیر فرما رہے تھے۔ آیۂ مباہلہ میں علیؑ کو اَنْفُسَنَا کا مصداق ثابت کیا گیا تھا لیکن جو مراتب نفس رسولؐ کے ہیں ان کے اظہار کا موقع نہیں ملا تھا۔ آج حضرت رسولؐ ایک لفظ مولیٰ کے ارشاد سے ان تمام مراتب کو علیؑ کے لئے ثابت وواضح فرما رہے ہیں جو خود حضرت رسولؐ کو حاصل تھے اور اس لئے ہم کو اس امر میں اصرار نہیں ہے کہ لفظ مولیٰ اس حدیث شریف میں صرف بمعنی اولیٰ ہے بلکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ لفظ مولیٰ کے جتنے

معنی خود حضرت رسولؐ کے لئے مناسب ہیں وہ تمام معانی علی بن ابی طالب کے لئے ثابت وواضح ہیں۔

کیا خوب علامہ مولانا شاہ سید علی حسن اشرفی جائسی سمنانیؒ نے فرمایا ہے:

عبث در معنی مَنْ کُنْتُ مَوْلاَ میروی ہر سو
علی مولا بایں معنیٰ کہ پیغمبرؐ بود مولیٰ

عید غدیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَۃٍ فَقَدَّرَہٗ، ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ، ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ، ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ قَائِدِ الْخِیَرَۃِ، وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہٖ الَّذِیْنَ اَوْ دَعَھُمُ اللّٰہُ فِیْ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ الْمُطَھَّرَۃِ، لَا سِیَّمَا عَلٰی اَخِیْہِ وَوَزِیْرِہٖ اَمِیْرِ الْبَرَرَۃِ قَاتِلِ الْکَفَرَۃِ، وَدَامِغِ الْفَجَرَۃِ وَثَمَرَۃَ بَیْعَۃِ الشَّجَرَۃِ، اَلَّذِیْ لَمْ یُخَالِفِ اللّٰہَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ فِیْمَا اَمَرَہٗ، حَتّٰی یُبَاھِی اللّٰہُ بِہٖ عَلَی الْمَلَائِکَۃِ السَّفَرَۃِ، اَلْمُرْتَجِزِ الْقَائِلِ یَوْمَ الْغِیَرَۃِ، اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہٗ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا عَلِیٍّ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِیْ فَضْلِ شِیْعَتِہٖ وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ مُسْفِرَۃٌ، ضَاحِکَۃٌ مُسْتَبْشِرَۃٌ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ!

اسلامی عیدوں کو عید غدیر سے وہی نسبت ہے جو ستاروں کو چودھویں رات کے چاند سے ہوا کرتی ہے گویہ روز مسرت سال کے آخر ماہ کا ایک محترم دن ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا نیا دور اسی روز سے شروع ہوتا ہے وہ اسلام جو اس وقت تک صلوٰۃ وزکوٰۃ اور صوم وحج اور خمس وجہاد وغیرہ وغیرہ فرائض کے نازل ہونے سے سرورکائنات کے ہاتھوں اچھی طرح سجا جاچکا تھا اور جس کی گلکاریوں میں اسلام کے من چلے جوانوں نے موقف جہاد میں اپنے خون تک کو عزیز نہ کیا تھا بایں ہمہ نامکمل تھا اور کسی زبردست فریضہ کے انتظار میں چشم انتظار وا کئے ہوئے تکمیل مذہب کا مژدہ سننے کو گوش برآواز تھا حتی کہ جب تمام احکام صادر ہوکر پیش خیمہ قرار دیئے گئے تو اس وقت ''بَلِّغْ مَا اُنزِلَ'' کا جانفزا نغمہ سنائی دیا۔

انبیاء کا سلسلہ اور اس کا اختتام اس عمل کی مثال اور نمونہ تھا، جس طرح ایک کے بعد دوسرے کو خلعت رسالت سے مخلع کر کے بھیجا لیکن سب کے آخر میں اسی کا جلوہ دکھایا جس کی رسالت پر پہلے انبیاء کی نبوت موقوف تھی یعنی وہ اگر نہ ہوتا تو پھر اتنے آنے والے جو ورود کی تمہید تھی ان میں سے کسی ایک کی صورت بھی نہ دکھائی دیتی اور بزم عالم میں سناٹا ہی ہوجاتا نہ ہادی ہوتا نہ مہتدی اسی طرح خاتم المرسلینؐ کی شریعت میں اس خاتم الفرائض کو بھی کچھ ایسے انداز سے پیش کیا کہ دنیا سمجھ گئی کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر کوئی فریضہ ہی نہ تھا مقدمہ آیت اور عنوان خطاب یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ اسی کا ایک نہیب تھا جس سے سمجھنے والے سمجھے کہ کوئی اہم بات خدا کو پہنچوانا ہے ورنہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ، یَااَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، یَااَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ وغیرہ وغیرہ بھی جو قرآن میں موجود ہیں ان کے

ترک کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، رسول کا وصف اختیار کیا اور پھر وہ بھی بصیغہ امر بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا چکا ہے سے پہنچایئے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا تبلیغ رسالت ہی نہیں کی۔۔۔۔قرآن کے چھ ہزار سے زیادہ آیات میں کسی ایک جگہ بھی یہ شان نہیں ہے جو یہاں ہے اس لہجہ سے فریضہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے اور آیت کے جبین پر جو شکن ہے وہ ثابت کرتی ہے کہ فریضہ مہتم بالشان فریضہ ہے جس کے پہنچا دینے کے بعد تمام عمر کی تبلیغی خدمت قبول ورنہ صرف ایک فریضہ کو نہ پہنچانے سے پہلے کے تمام خدمات بیکار اسی تہدیدی حکم نے رسولؐ کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ حجۃ الوداع کے عظیم مجمع کو جو مکہ سے پلٹ رہا تھا ایک پرخار وادی میں روک دیں چنانچہ غدیر کا میدان اسی لئے منتخب ہوا اور نہ ممکن تھا کہ اسلامی دارالسلطنت مدینہ میں یہ رسم ادا کر دی جاتی لیکن جتنا اہم فریضہ تھا اسی ہی اجتماع کی ضرورت محسوس ہوئی جو مدینہ میں ممکن نہ ہوتا وہاں صرف مقامی لوگ شرکت کر سکتے بیرون جات کے رہنے والے شکایت کرتے کہ ہم کو خبر نہ ہوئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر رسولؐ بھائی کو مدینہ یا مکہ میں جانشین بنا دیتے تو کسی قلب میں یہ خیال گزرتا کہ ان کی امامت کسی خاص شہر سے متعلق ہے غدیر کے میدان نے اس شُبہ کو مٹا دیا اور یہ دکھا دیا کہ جو منصب ملنے والا ہے وہ کسی خاص جگہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ عالم بھر کے لئے ہے اسی لئے جنگل کا انتخاب ہوا اور جنگل بھی وہ جو بے آب وعلف تھا تا کہ وہاں کی سختیاں اور جو انتظام رسولؐ کرنے والے تھے

ان کا ہر جز عموم ولایت کا شاہد ہے، چنانچہ اسی لئے چلتا ہوا قافلہ رکا، حاضرین کو یہ ہدایت کی گئی کہ جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ رکیں اور جو عقب میں ہیں وہ سمٹ کر آجائیں ستر ہزار کا مجمع ٹھہرا رسولؐ نے خاردار درختوں کے نیچے جاروب کا حکم دیا اور کچھ اصحاب، منبر کی درستی میں مصروف ہوئے ایک پتھر پر دوسرا پتھر رکھ کر منبر بنا، زید ابن ارقم کہتے ہیں، مَا اَتیٰ عَلَیْنَا یَوْمٌ کَانَ اَشَدُّ حَرّاً مِنْهُ کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گذرا جس دن غدیر سے زیادہ گرمی ہو، حاضرین کی حالت یہ تھی کہ اپنے کندھوں سے ردائیں اتار کر پیروں میں لپیٹ لی تھیں کہ تلوے جلتی ہوئی زمین سے محفوظ رہیں رسولؐ نے منبر پر جانے سے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قریب بلایا اور بھائی کے سر پر اپنے [۱] ہاتھ سے عمامہ باندھنے میں مصروف ہوئے اور فرماتے جاتے تھے یا علیؑ بدر وحنین میں جن ملائکہ نے ہماری نصرت کی تھی وہ اسی طرح کا عمامہ باندھے تھے جب عمامہ باندھ چکے تو منبر پر تشریف لے گئے اصحاب نے یہ دیکھ کر کہ رسولؐ کا چہرہ تمازت آفتاب میں ہے دھوپ روکنے کے لئے ایک چادر کا سایہ بالائے سر کر دیا اور رسولؐ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد ہاتھ علیؑ کا اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں تمام نفوس سے مومنین کے اولیٰ ہوں قَالُوْا بَلٰی حاضرین نے اقرار کیا رسولؐ نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ قریب زوال حضرت منبر سے اترے حالت یہ تھی کہ حاضرین جوق جوق اپنے اپنے مقاموں سے اٹھ کر علیؑ کی

دست بوسی کے لئے بڑھ رہے تھے اور ہر کہہ ومہہ بڑھ کر مصافحہ کرکے مبارک باد دے رہا تھا تمام حاضرین نے تسلیم کرلیا کہ خلیفہ برحق رسولؐ کا علیؑ کے سوا دوسرا نہیں۔

[۱] دیکھو! کنز العمال اور ریاض النصرہ اور فصول المہمہ

حدیث غدیر اور امت

لیکن افسوس ہے کہ امت کے جہلاء اور نام نہاد پُرتعصب مسلمانوں نے الفاظ کے معانی میں تاویل کی اور یہ کہنا شروع کیا کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ بالتصرف کے نہیں ہیں بلکہ عرب میں مولیٰ ناصر اور ہمسایہ اور ہم عہد کو کہتے ہیں اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ کیا غدیر کے عظیم الشان مجمع کا انتخاب اور پھر اس اہتمام سے کہ بازو علی بن ابی طالبؑ کا پکڑ کے کہنا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌ مَوْلَاہُ اس کے معنی یہی ہیں کہ جس کا میں ہمسایہ ہوں اس کے علیؑ ہمسایہ ہیں یا جس کا ہم عہد میں ہوں اس کے علیؑ ہم عہد ہیں یا جس کا ناصر میں ہوں اس کے علیؑ ناصر ہیں؟ یہ باتیں ایسے مہتم بالشان مجمع میں کہنے کی کب تھیں اور پھر بالخصوص اس وقت کہ جب پہلے رسولؐ نے تمام حاضرین سے اپنے اولیٰ بالتصرف ہونے کو تسلیم کرا لیا اور اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ کے جواب میں سب بالاتفاق بلیٰ کہہ چکے جس بات پر آپ نے اپنے لئے اتفاق کرایا تھا وہی تو اپنے بھائی کے لئے طے کی یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے کہ مولیٰ کے معنی ہمسایہ یا ناصر وغیرہ قرار دیئے جائیں عرب میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور ان کے نظم ونثر وکلمات ہمارے ہمصفیر ہیں چنانچہ سبعہ معلقہ میں ایک شعر ہے ؎

فَغَدَتْ کِلَا الْفَرْجَیْنِ تَحْسَبُ اَنَّہٗ
مَوْلَی الْمَخَافَۃِ خَلْفُھَا وَاَمَامُھَا

اور زوزنی، مشہور عالم اہلسنت اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمَوْلیٰ فِیْ ھٰذَا الْبَیْتِ بِمَعْنیٰ اَوْلیٰ بِالشَّیْ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی مَاْوٰکُمُ النَّارُ ھِیَ مَوْلٰکُمْ اَیْ ھِیَ اَوْلٰی بِکُمْ۔

اس بیت میں مولیٰ کے معنی اولیٰ کے ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن میں ہے جگہ تمہاری آتش جہنم ہے وہ تمہاری مولا ہے یعنی وہ تمہارے ساتھ اولیٰ ہے۔

اور تفسیر ثعلبی مسمیٰ بہ کشف البیان میں جس کا عزیز الوجود نسخہ میرے پیش نظر ہے آیہ مذکورہ کی تفسیر میں ہے:

اَیْ اَوْلٰی بِکُمْ وَاَحَقُّ اَنْ تَکُوْنَ مَسْکَناً لَکُمْ۔

یعنی وہ تمہارے ساتھ اولیٰ ہے اور حق ہے کہ وہ تمہارا مسکن ہو۔

حدیث کا تواتر

کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ حدیث درجہ صحت یا تواتر تک نہیں پہنچی، بعض خودغرض ایسے بھی ہیں جو اسے موضوع کہنے کی بھی بزدلانہ جرأت کر بیٹھتے ہیں اور اگر یہ کچھ نہیں تو پھر مولیٰ بمعنی اولیٰ نہیں مگر یہ تمام باتیں علم حدیث کی ناواقفیت یا تعصب وخودغرضی کے علاوہ اور کسی بات کا پتہ نہیں دیتیں اور ہم اس مقام پر ایک مختصر فہرست قائلین صحت وتواتر کی پیش کئے دیتے ہیں۔ معترضین کو اختیار ہے چاہے وہ ان قائلین کو جھوٹا سمجھیں چاہے سچا لیکن جھوٹا سمجھنے میں

قائلین کا کچھ نہ بگڑے گا اور معترضین کو اپنے بڑے بڑے علماء ومحدثین وکتب سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آئے گا۔

(۱) میرزا محمد معتمد خاں اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھتے ہیں: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي صِحَتِهِ اِلَّا مُتَعَصِّبٌ جَاْحِدٌ لَاْ اِعْتِبَارَ بِقَوْلِهٖ یعنی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کی صحت میں متعصب منکر کے سوا کسی نے کلام نہیں کیا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں۔

(۲) اور ایسے ہی شمس الدین محمد بن محمد الخزری صاحبِ کتاب حصن الحصین اپنی کتاب اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی تضعیف کرنے والا بے اعتبار شخص ہے اسے علم حدیث کی خبر نہیں۔

(۳) حافظ امام ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں میں نے مستقل رسالہ میں اس کی تفرید کی ہے۔

(۴) ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات میں لکھتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے اور حافظان حدیث نے اسے متواتر سے شمار کیا ہے۔

(۵) حافظ جمال الدین عطاء بن فضل اللہ بن عبدالرحمن نیشاپوری نے بھی اپنی کتاب اربعین میں اس کی صحت وتائید کی ہے۔

(۶) علامۂ ضیاء الدین صالح بن المہدی المقبلی اپنی کتاب اَبْحَاثُ الْمَسْدُوّہ میں اس حدیث کو صحیح ومتواتر لکھتے ہیں۔

(۷) عبدالرؤف المنادی اپنی کتاب تسییر شرح جامع صغیر سیوطی میں بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل اس حدیث کو موثق وصحیح ومتواتر لکھتے ہیں اور علامہ علی بن احمد نورالدین محمد بن ابراہیم الغریزی نے کتاب سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اس کا ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

(۸) حافظ علامہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ''الفوائد المتکاثرہ فی الاخبار المتواترہ'' اور الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ'' میں اور علی متقی نے کتاب ''مختصر قطف الازہار'' میں اس حدیث کو ''متواتر'' لکھا ہے۔

(۹) حافظ نورالدین علی بن ابراہیم بن علی الحلبی الشافعی اپنی کتاب ''انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون'' میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حسّان سے روایت ہوئی ہے۔

(۱۰) حافظ محمود بن محمد بن الشیخانی القادری المدنی اپنی کتاب ''صراط السوی'' میں اس حدیث کو حسن لکھ کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(۱۱) حافظ احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب ''زین الفتی'' میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث پر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(۱۲) حافظ ابوالقاسم فضل بن محمد اور ابن مغازلی فقیہ شافعی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی سقم نہیں، اور حضرت علی ؑ کے ساتھ اس فضیلت میں کوئی صحابی شریک نہیں۔

(۱۳) خاتم المحدثین ابن حجر اپنی کتاب ''صواعق محرقہ'' میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی اکثر سندیں صحیح وحسن ہیں۔

(۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''لمعات شرح مشکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور محدثین کی ایک جماعت ترمذی، نسائی، امام احمد ابن حنبل وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے اسے سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اسے تیس صحابیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جب کہ ایام خلافت میں حضرت علیؑ نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے اس حدیث کی گواہی دی جس کسی نے اس کی صحت میں کلام کیا اس کے قول کا اعتبار نہیں۔

(۱۵) میرزا مخدوم بن عبدالباقی اپنی کتاب ''نواقض الروافض'' میں اسے متواتر کہتے ہیں۔

(۱۶) محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر یمنی الصنعانی اپنی کتاب ''روضۃ الندیہ'' میں اس حدیث کو متواتر ٹھہراتے ہیں۔

(۱۷) مولانا محمد صدر عالم صاحب اپنی کتاب ''معارج العلیٰ'' میں لکھتے ہیں ''آگاہ ہو کہ یہ حدیث علامہ امام جلال الدین سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے چنانچہ آپ اپنی کتاب قطف الازہار میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متواتر ہونے پر یہ ثبوت شاہد ہے کہ امام احمد اور حاکم، حضرت ابن عباسؓ سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے احمد اور ابن ماجہ براء بن عازب سے اور طبرانی اور ابن جریر اور ابونعیم جندب الانصاری سے اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے اور نسائی وطبرانی اور ضیاء مقدسی ابوالطفیل سے اور وہ زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابوایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد ابن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں حضرت عمر بن الخطاب سے اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابونعیم فضائل الصحابہ میں یحییٰ بن جعدہ سے اور وہ زید بن ارقم سے اور ابن العقدہ کتاب الموالات میں حبیب بن بدیل بن ورقاء اور قیس بن ثابت اور زید بن شرجیل الانصاری سے اور احمد جناب امیرؑ اور دیگر تیرہ صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب سیف المسلول میں لکھتے ہیں ''ایں حدیث بدرجۂ تواتر رسیدہ وازسی کس از اصحاب کہ ازینہا علی وایوب وزید بن ارقم وبراء بن عازب وعمر ومرۃ وابوہریرہ وابن عباس وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص وابن عمر وانس وجریر بن عبداللہ البجلی ومالک بن الحویرث وابوسعید الخذری وطلحہ وابوالطفیل وحذیفہ بن اسیدہ وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را در صحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند۔

یہ صرف اس تعداد میں سے چند اسماء ہیں جو متواتر ہونے کے قائل ہیں ورنہ اس حدیث کے رواۃ کا احصاء تو کسی ایک کتاب میں ہو نہیں سکتا ابن کثیر شامی نے جوینی سے نقل کیا ہے کہ وہ متعجب ہو کر کہا کرتے تھے میں نے بغداد کے ایک جلد ساز کی دوکان پر ایک کتاب دیکھی جس پر

لکھا ہوا تھا:

اَلْمُجَلَّدَۃُ الثَّامِنَۃُ وَالْعِشْرُوْنَ مِنْ طُرُقِ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ وَیَتْلُوْہُ الْمُجَلَّدُ التَّاسِعُ وَالْعِشْرُوْنَ۔

حدیث ''من کنت مولاہ'' کی طرق سے یہ ۲۸ ویں جلد ہے اور اس کے بعد ۲۹ ویں جلد شروع ہوگی۔

اسی سے انتیس جلدوں میں کم از کم حدیث غدیر کا ہونا متحقق ہے اور اس کے طرق اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بیاں کئے جائیں، اسلامی نقطہ نظر سے تبرکاً وتیمناً ایک طریقہ روایت پر اکتفاء کر کے اس ناچیز مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

عَنْ عُمَرَبْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَقَدْجَاءَ اَعْرَاْبِیَانِ یَخْتَصِمَانِ فَقَاْلَ لِعَلِیٍ اِقْضِ بَیْنَھُمْ یَاْ اَبَا الْحَسَنِ فَقَضٰی عَلِیٌ بَیْنَھُمَا فَقَالَ اَحَدُھُمَا اَھٰذَا یَقْضِیْ بَیْنَنَاْ فَوَثَبَ عَلَیْہِ عُمَرُ وَاَخَذَ بِلَبَّتِہٖ وَقَاْلَ وَیْحَکَ اَمَا تَدْرِیْ مَنْ ھٰذَا ھٰذَا مَوْلَاْیَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ وَمَنْ لَمْ یَکُنْ مَوْلَاْہُ فَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ۔

اَخْرَجَہُ ابْنُ السَّمَّانِ فِی الْمُرَاْفَقَۃِ وَالْخَوَارَزْمِیْ فِی الْمَنَاقِبِ وَالدَّاْرُ قُطْنِیْ وَمُحِبُ الطَّبْرِیْ فِی الرِّیَاْضِ النَّضَرَۃِ فِی فَضَائِلِ الْعَشْرَۃِ۔

حضرت عمر بن خطاب کی خدمت بابرکت میں دو اعرابی جھگڑتے ہوئے حاضر ہوئے آپ نے علیؑ مرتضیٰ سے کہا کہ یا اباالحسنؑ ان دونوں کا فیصلہ کرادیجئے ان میں سے ایک تعجب سے بولا کیا یہ ہمارے مابین حکم کریں گے عمر نے ایک جست کی اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا تیرے اوپر وائے ہوجاتا نہیں کہ یہ کون ہے یہ تیرا مولا ہے اور ہر مومن کا مولا ہے اور جس کا یہ مولا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

اس روایت کو ابن سمان نے کتاب المرافقہ میں اور خوارزمی نے مناقب میں اور محب طبری نے ریاض النضرۃ فی فضائل العشرہ میں نقل کیا ہے اور یہ اس شخص کا قول ہے جس نے یوم غدیر بھی علیؑ کو مبارکباد دی تھی اور بَخٍ بَخٍ لَکَ یَابْنَ اَبِیْ طَاْلِبٍ فَقَدْ اَصْبَحْتَ مَوْلَاْیَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ کا نعرہ علیٰ رُؤُسِ الْاَشْھَاْدِ بلند کیا تھا مگر افسوس کہ زمانہ نے قول وعمل میں تفرقہ ڈال دیا اور ازمنہ مابعد کے لوگ الخیر فی ماوقع کے اصول پر ازمنہ مابعد کی کارروائیوں ہی کو حق سے مقرون بلکہ عین حق سمجھتے رہے اور تنبیہ سے بھی متنبہ نہ ہوئے چنانچہ منجملہ لطائف مقام وہ حکایت ہے جو علامہ شیخ یوسف بحرینی نے لولوۃ البحرین میں تحریر فرمائی ہے اور ترجمہ اس کا خلاصۃً حسب ذیل ہے۔

قاضی عبدالجبار معتزلی جن کا لقب شیخ المعتزلہ تھا اپنی مجلس وعظ بغداد میں تقریر کررہے ہیں، محفل فریقین کے علماء سے چھلک رہی ہے کہ دفعتۃً شیخ مفیدؒ بھی پہنچ گئے اور صف نعسال میں تشریف فرما ہوئے قاضی معتزلی نے قبل ازیں، صورت بھی آپ کی نہ دیکھی تھی ہاں علم وفضل کا شہرہ کان تک ضرور پہنچ چکا تھا اور ملاقات کا شوق تھوڑی دیر کے بعد حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی جس کا لفظی ترجمہ ملاحظہ ہو:

شیخ مفید: میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر ان ائمہ فن کے سامنے اجازت ہو۔

قاضی: جو کچھ پوچھنا ہو پوچھئے۔

شیخ مفید: آپ اس خبر کے متعلق کیا فرماتے ہیں جسے شیعوں نے روایت کیا ہے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ آیا خبر صحیح ہے۔ اور نبی نے غدیر کے دن اپنی زبان پر یہ الفاظ جاری کئے تھے یا نہیں؟

قاضی: ہاں خبر صحیح ہے۔

شیخ مفید: یہ بھی ارشاد ہو کہ مولیٰ سے کیا مراد ہے؟

قاضی: مولیٰ بمعنی اولیٰ۔

شیخ مفید: پھر شیعوں اور سنیوں میں اختلاف کا سبب؟

قاضی: بات یہ ہے کہ خبر غدیر روایت کی حد میں ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت درایت ہے اور ہر عاقل درایت کے مقابلہ میں روایت کو پیش نہیں کرسکتا۔

شیخ مفید: (عنان سخن کو دوسرے مسئلہ کی طرف موڑ کر) رسول کے اس قول کے بابت آپ کیا فرماتے ہیں جو آنحضرتؐ نے علیؑ بارے میں ارشاد فرمایا ہے: حَرْبُكَ حَرْبِيْ وَسِلْمُكَ سِلْمِيْ۔

قاضی: حدیث کی صحت میں کلام نہیں۔

شیخ مفید: پھر اصحاب جمل کی شان میں کیا کہیئے گا؟

قاضی: بھائی! وہ لوگ توبہ کرچکے تھے۔

شیخ مفید: قاضی صاحب! اس کے معنی یہ ہوئے کہ حرب درایت ہوئی اور توبہ روایت اور آپ تسلیم کرچکے ہیں کہ درایت کی معارض، روایت نہیں ہوسکتی۔

قاضی: (مبہوت اور متحیر ہوکر) آپ کا کیا نام ہے؟

شیخ مفید: محمد بن محمد بن نعمان حارثی۔

فَقَامَ الْقَاضِيْ مِنْ مَكَانِهٖ وَاَخَذَ بِيَدِي الشَّيْخِ وَاَجْلَسَهٗ عَلٰى مَسْنَدِهٖ وَقَالَ لَهٗ اَنْتَ الْمُفِيْدُ حَقًّا فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ عُلَمَاءِ الْمَجْلِسِ مَافَعَلَهُ الْقَاضِيْ بِالشَّيْخِ الْمُفِيْدِ فَلَمَّا اَبْصَرَ الْقَاضِيْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَقَالَ اَيُّهَا الْعُلَمَاءُ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ اَلْزَمَنِيْ وَاَنَا عَجَزْتُ عَنْ جَوَابِهٖ وَاِنْ كَانَ اَحَدٌ مِنْكُمْ عِنْدَهٗ جَوَابٌ عَمَّا ذَكَرَهٗ فَلْيَذْكُرْهُ۔

قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ مفیدؒ کا ہاتھ پکڑ کر مسند پر بٹھایا اور کہا بیشک مفیدؒ آپ ہی ہیں قاضی کے اس فعل سے علماء مجلس کے چہرے متغیر ہوگئے جب قاضی نے ان سے یہ حالت دیکھی تو کہا اے گروہ علماء اس مرد نے مجھ پر الزام عائد کیا اور میں جواب سے عاجز آگیا اگر تم میں سے ایک کے پاس جواب ہو تو پھر وہ کیوں نہ جواب دے۔

اے دل غلام شاہ جہاں باش وشاہ باش
پیوستہ در حمایت لطف الٰہ باش
آنراکہ دوستی علی علیہ السلام نیست کافر است
کو زاہد زمانہ وکو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولائے تو یا علی علیہ السلام
فردا بروح پاک امامان گواہ باش

(از لسان الغیب دیوان حافظ)

